خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

انتخاب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

کتاب کا نام : حقوقِ شیخ اور آداب

ازافادات : حضرت حکیم الامّت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مرتب : شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/ ستمبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

(نبیرہ و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حقوقِ مصلح اور آدابِ اصلاح

از

ملفوظات کمالات اشرفیہ

۱۔ فرمایا کہ بدون صحبت شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا، صحبت شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا کہ کام بناوے گا تو ذکر اللہ ہی بناوے گا، لیکن عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبت شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو، ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی، گو کاٹ جب ہو گا تلوار ہی سے ہو گا۔ (صفحہ ۱۸۳)

۲۔ فرمایا کہ ؎

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد

اعتقاد و اعتماد و انقیاد

(صفحہ ۳۷)

۳۔ فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جاوے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دم بدم نفع ہوتا چلا جاوے اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جاوے۔ (صفحہ ۳۷)

۴۔ فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔ (صفحہ ۴۴)

۵۔ فرمایا کہ ایسے کو مرید کرنا مناسب نہیں جس کا ادب شیخ کو کرنا پڑے، بلکہ ایسے کو کرنا چاہیے جس کو جو چاہے کہہ سکے۔ (صفحہ ۵۱)

۶۔ فرمایا کہ جب تک نسبت راسخ نہ ہو جائے مختلف بزرگوں سے ملنا اچھا نہیں، کسی کے پاس بقصدِ استفادہ وبرکت نہ جاوے، مزارات پر بھی اس قصد سے نہ جاوے اور بعد رسوخِ نسبت خود ہی جانے کو دل نہ چاہے گا۔

پھر فرمایا کہ طالب کا تو اپنے شیخ کی نسبت یہ مسلک ہونا چاہیے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بد خو نہ کند بہ کس نگاہے

وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے خاوند کے سوا دوسرے پر نظر کرے، اسی طرح مرید کو شیخ کے علاوہ کسی دوسرے پر نظر نہ کرنی چاہیے۔ شیخ کو یہ سمجھے کہ میرے لیے سب سے انفع یہی ہے، اس کو وحدتِ مطلب کہتے ہیں، پھر فرمایا کہ جس طرح وحدتِ مطلوب ضروری ہے اسی طرح وحدتِ مطلب ضروری ہے، البتہ نسبت راسخ ہو جانے کے بعد پھر جہاں چاہے جاوے، جہاں چاہے اٹھے، جہاں چاہے بیٹھے۔ (صفحہ ۱۷۰)

۷۔ فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا، نہ حاجت رہتی ہے، خود منجانب اللہ بلا واسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے، طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے، جیسا کہ مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے، اس کے بعد پھر وہاں اس کا گزر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے، ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے، ورنہ ناشکری موجب زوال ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۱۸۳)

۸۔ فرمایا کہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر، یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نافع ہو گا، غرض اس کو پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے۔ (صفحہ ۱۸۹)

۹۔ فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہیے، دو چیزیں لازمۂ طریق ہیں۔ اتباعِ سنت اور اتباعِ شیخ۔ جب یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔ (صفحہ ۱۹۲)

۱۰۔ فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لیے آوے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیے، بس اپنے کام میں مشغول رہے، نہ کسی کا پیغام پہنچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہنچاوے، خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے، بلکہ جہاں تک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے۔ اگر کسی کا سلام پہنچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرت عشق کے بھی خلاف ہے۔ (صفحہ ۱۹۳)

۱۱۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ کوئی بیعت تو ایک شیخ سے ہے اور تعلیم دوسرے شیخ سے باجازت یا بلا اجازت شیخ اوّل کے حاصل کرتا ہے، تو وہ اپنے لیے افید وانفع وافضل ہونے کا اعتقاد کس کے ساتھ رکھے؟ فرمایا کہ ثانی کے ساتھ، مگر اوّل کو اس نفع کا سببِ بعید یعنی سبب السبب سمجھے اور اس کے ساتھ گستاخی نہ کرے۔ (صفحہ ۲۱)

۱۲۔ فرمایا کہ جب کوئی مرض یاد آجائے اس کو فوراً نوٹ کر لیا کرے اور ایک ہفتہ تک دیکھا کرے کہ وہ زائل ہوا یا نہیں؟ اگر زائل نہ ہوا تو نفس کو اور مہلت نہ دے بلکہ مصلح کو اطلاع کر دے۔ (صفحہ ۲۴)

۱۳۔ فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تامّل و تحمل یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے۔ یا اطلاع و اتباع یعنی اپنے احوال و اعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر عمل کرے اور وہ جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے۔ (صفحہ ۲۴)

۱۴۔ فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے۔ جیسے کہ طبیب کہ اس کا پرہیز گار ہونا ضروری نہیں، فن کا جاننا البتہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمالِ صالحہ ہوں، تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہو جائے گی گو شیخ نہ ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہو گی۔ (صفحہ ۳۱)

۱۵۔ فرمایا کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جبکہ اس کی اطاعت کی جاوے اور اس کے بتلانے کے موافق عمل کیا جاوے اور اپنے کو اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کر دیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے تم میں تصرف کرے۔ اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا ہوتی ہے۔ (صفحہ ۴۳)

۱۶۔ فرمایا کہ ایذائے شیوخ بلا قصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی، اس لیے افراط فی الشفقت مضر ہے، کیوں کہ جتنی شفقت زیادہ شیخ کو ہوگی اتنی ہی مرید کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذا ہوگی۔ (صفحہ ۵۱)

۱۷۔ فرمایا کہ مرید کے لیے شیخ کے قلب میں اپنی طرف رغبت وانس پیدا کرنے کا طریق اتباع ہے، نہ کہ اس سے اختلاف کرنا اور مریدی کے سر ہو جانا۔ (صفحہ ۶۱)

۱۸۔ فرمایا کہ سلف کے خدّام کا یہ مذاق تھا کہ شیخ نے ذرا بھی شریعت سے تجاوز کیا فوراً گرفت کرتے تھے اور یہ سبق حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہم کو پڑھایا ہے۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: لَوْمِلْتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْئًا فَمَا تَفْعَلُوْنَ؟ اگر میں حق سے ذرا ہٹ جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ اسی وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اٹھے اور سیدھی کر کے کہا کہ لَنُقِيْمَنَّكَ بِهٰذَا السَّيْفِ یعنی ہم تلوار سے آپ کو سیدھا بنادیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! خدا کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں۔ اب مجھے بے فکری ہے کہ ان شاء اللہ میں حق سے نہ ہٹوں گا۔ (صفحہ ۶۴)

۱۹۔ فرمایا کہ مناسبتِ شیخ (جو مدار ہے افاضہ واستفاضہ کا) اس کے معنٰی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہو جاوے کہ شیخ کے کسی قول وفعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو گو عقلی ہو۔ (صفحہ ۶۷)

۲۰۔ فرمایا کہ اس طریق میں تکدّرِ قلبِ شیخ مانع وحاجب ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بُرے طور سے قتل کیا تھا، اپنے سامنے آنے سے روک دیا کہ روز روز دیکھ کر انقباض ہو گا اور میرے انقباض سے ضرر ہو گا کہ فیوض وبرکات سے حرمان ہو جائے گا۔ (صفحہ ۷۲)

۲۱۔ فرمایا کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کرلو۔ اگر ممکن ہو سکے تو اس کی صحبت میں رہو، اگر اس کے حقوقِ صحبت ادا نہ کر سکو تو اس سے خط و کتابت کر کے اپنے اعمال کی حفاظت رکھو اور شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہو اور وہ جو بتلائے اس پر عمل کرو، کیوں کہ امراضِ باطنی کی جو دوائیں ہیں وہ ان کی خاصیت خوب جانتا ہے۔ (صفحہ ۸۲)

۲۲۔ فرمایا کہ اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاحِ نفس سے ہے، کسی تصوف کی کتاب میں دیکھ کر اس پر عمل کرنا اس شرط سے درست ہے کہ فہم میں یا حدود و شروط میں غلطی نہ ہو، لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادتاً غالب ہے، اس لیے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں، البتہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کرلے۔ (صفحہ ۹۰)

۲۳۔ فرمایا کہ تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عین اخلاص ہے، مثلاً شیخ کے خوش کرنے کے لیے تہجد پڑھنا خلافِ اخلاص نہیں۔ (صفحہ ۹۷)

۲۴۔ فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلّم پر اعتراض ہے، اس کا ہمیشہ خیال چاہیے۔ (صفحہ ۹۲)

۲۵۔ فرمایا کہ اصل بیعت تو انقیاد و اعتقاد ہے کہ ایک شخص راہ بتانے والا ہو اور تم اس کا اتباع لازم سمجھو، بیعتِ صوری کی ضرورت نہیں۔ (صفحہ ۹۸)

۲۶۔ فرمایا شیخ اور مرید کی مناسبت کے معنٰی یہ ہیں کہ شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں اور یہی مناسبت شرط ہے بیعت کی نہ کہ تعلیم کی۔ (صفحہ ۱۱۹)

۲۷۔ فرمایا کہ نفع باطنی کا دار و مدار مناسبت طبیعت پر ہے اور اس کو خود صاحبِ معاملہ ہی جان سکتا ہے۔ جب تک دو طبیعتوں میں موافقت نہ ہو گی نفع نہ ہو گا۔ مرید تو شیخ کو یہی سمجھتا رہے کہ میرے لیے بس جو کچھ ہیں یہی ہیں، چاہے وہ کچھ بھی نہ ہوں۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

(صفحہ ۱۵۸)

۲۸۔ فرمایا کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جاویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تعلقی کر کے تو پھر بالکل واردات وفیوض کچھ بھی نہ رہیں گے۔(صفحہ ۱۶۴)

۲۹۔ فرمایا کہ مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض مانع فیض ہو جاتا ہے، اس لیے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہ چاہیے، ہاں بلا کتاب کے بیٹھ جانا، تقریر کو سننا اور سوالات نہ کرنا اس کا مضائقہ نہیں۔ (صفحہ ۲۱۴)

۳۰۔ فرمایا کہ حقوقُ الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دل آزاری نہ ہو، نہ قول و فعل سے، نہ حرکات وسکنات سے۔ (صفحہ ۲۷۷)

۳۱۔ فرمایا کہ شیخ کا اتباع مطلق واطاعت مطلقہ نہ عقائد میں ہے، نہ کشفیات میں، نہ جمیع مسائل میں نہ اُمورِ معاشیہ میں (مثلاً شیخ طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا کسی اور سے کر دو) صرف طریق تربیت، تشخیص امراض و تجویز و تدابیر اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق تربیت واصلاحِ باطنی سے ہے، وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کا جواز مرید و شیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلافِ طریق ہے اور امتثالِ امر خلافِ شریعت ہے، ایسی صورت میں ادب جامع بین ادبین یہ ہے کہ علماء سے استفتاء کر کے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس قسم کی تعلیم ہے، مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ اس کی متابعت ہے، یہ معنٰی ہیں اتباع کامل کے، یعنی جو مرض نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدابیر اس نے تجویز کی ہوں یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو تجویز کیا ہو، ان چیزوں میں اتباعِ کامل کرے، ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی اُمور میں اتباع مراد نہیں۔

۳۲۔ فرمایا کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد وانقیاد کے ساتھ ہو، کیوں کہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے، چون وچرا کرنے سے کام نہیں چلتا ہے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف ب لے کر بیٹھے اور استاد پڑھاوے کہہ الف اور کہہ ب اور بچہ یوں کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی؟ اور ب کی ایسی کس واسطے ہوئی؟ تو استاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتدا ہر امر کی تقلیدِ محض ہے۔ (صفحہ ۱۲۶)

۳۳۔ فرمایا کہ شیخ وہ ہے کہ مصلح ہو، نرا صالح ہونا کافی نہیں۔ ولی کے لیے صالح ہونے کی ضرورت ہے، مصلح ہو یا نہ ہو اور شیخ ولی ہونے کے لیے دونوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو۔ مصلح اگر صالح اور متقی نہیں تو ایسوں کے راستہ بتلانے میں برکت نہیں ہوتی۔ عادۃ اللہ ہے کہ جو ایسوں سے رجوع کرتے ہیں ان کو طریق پر آمادگی نہیں ہوتی۔ شیخ کو چاہیے کہ اپنے لیے خلوت کا بھی کچھ نہ کچھ وقت تجویز کرے، اس سے بھی برکت ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۲۸)

۳۴۔ فرمایا کہ ایک بات سمجھنے کے قابل ہے کہ احکامِ شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہو گا اور آدابِ طریقت کے خلاف کرنے سے معصیت نہیں ہوتی، مگر دنیوی ضرر لاحق ہو جاتا ہے۔ آخرت کا ضرر نہ ہو گا گو بواسطہ آخرت سے بھی محرومی ہو جاوے گی، کیوں کہ اس مخالفت کا اوّل ضرر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی حلاوت جاتی رہتی ہے۔ پھر تعطل ہو جاتا ہے پھر ترک مستحب پھر ترک سنت وواجبات، یہاں تک کہ سلبِ ایمان کی نوبت آجاتی ہے۔ کہیں اگر اس حالت میں بھی ہمت سے شریعت کا کام کرتا رہے تو آخرت کا نقصان نہیں، مگر انشراح وراحت واطمینان نہ ہو گا۔ یہ غلط ہے کہ پیر کے ناراض ہو جانے سے اللہ میاں ناراض ہوں گے اور آدابِ طریقت سے کوئی ادب غامض نہیں۔ پیر کو مکدّر نہ کیا جاوے، طعن واعتراض اس پر نہ ہو۔ پیر سے غلطی ہو جانے پر نصیحت بھی کرے مگر ادب سے۔ (صفحہ ۱۲۸)

۳۵۔ فرمایا کہ پیر کو مکدر نہ کرنا چاہیے۔ اگر تکدر سے بچنے کا قصد کرے اور تکدّر ہو جائے تو اس کا اثر نہیں، اثر ہوتا ہے قلبِ مبالات کا، پس یہ تین حالتیں ہیں۔ ایک تو دل دکھانے کا قصد

ہے، دوسرے دل نہ دکھانے کا قصد نہ ہو۔ تیسرے دل نہ دکھانے کا قصد ہو، پہلی حالت اشد ہے، دوسری اہون، تیسری پسندیدہ ہے۔ دوسری حالت کا باعث قلبِ مبالات ہے۔ جس دل میں محبت اور عظمت ہوگی تو بے پروائی نہ ہوسکتی۔ اگر قلبِ مبالات ہے اور بے پروائی ہے تو یا تو محبت کم ہے یا عظمت کم ہے۔ اگر محبت و عظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل سے کام لو، سوچ کر کام کرے جس سے تکدّر نہ ہو۔ (صفحہ ۱۲۸)

۳۶۔ فرمایا کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدّر نہ کرے، اگر اس کو چھوڑنا ہی ہے تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے، ورنہ دنیاوی زندگی اس کی تلخ ہوجاوے گی تادم نزع اس کو چین نصیب نہ ہوگا۔ جس کو یقین نہ ہو وہ آزما کر دیکھ لے اور ایک طرح دین کا نقصان بھی ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ ذوق وشوق جاتا رہتا ہے۔ اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا، لیکن وہ جو ایک خاص قسم کی توفیق و تائید تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہوسکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی بھی توفیق نہ رہے گی۔ اس اعتبار سے شیخ کے تکدّر کرنے میں دینی نقصان بواسطہ بھی ہوسکتا ہے، گو بلاواسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۲۵۳)

۳۷۔ فرمایا کہ زیادہ راہزن اس طریق کا کبر ہے، مثلاً برا ماننا اصلاح سے اور فرمایا کہ تعلیم بدون صحبت کے کافی نہیں ہوتی، زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔ (صفحہ ۱۷۰)

۳۸۔ فرمایا کہ جس سے متعقد ہو اس کے کہنے کو برا نہ مانے، تھوڑی دیر صبر کرے، شاید یہ امتحان ہی لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ اس کا امتحان ہوا اور پہلے سے بتلادے تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔ (صفحہ ۱۷۱)

۳۹۔ فرمایا کہ جب تک فناء کی کیفیت غالب نہ ہو، اس کو مشتاق یا محب نہیں کہہ سکتے اور محبت کے اس درجہ کا انسان مکلف نہیں مگر کمال یہی ہے۔ پھر فرمایا کہ اکثر ایسی محبت اوّل ہی میں ہوجاتی ہے اور کیفیتِ عشقیہ کے بڑھنے میں کسی اسباب کی حاجت نہیں اور بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ اس کا مذاق ہی نہیں اس وقت میں مجبوری ہے، طبعاً انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا۔

بلکہ وساوس کی مزاحمت رائے میں رہتی ہے اور اگر ایسی محبت ہو جاوے تو پھر واللہ! اگر سر بازار جوتیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو اور طبعی حزن الگ چیز ہے اور اگر ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۱۷۲)

۴۰۔ عرض کیا گیا کہ ''فروع الایمان'' میں لکھا ہے کہ شیخ کا ایک ادب یہ ہے کہ مرید اپنا سایہ شیخ پر نہ پڑنے دے۔ فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کر رہا ہو تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے، ورنہ پر چھائیں پڑنے اور اس میں حرکت ہونے سے اس کی یکسوئی میں فرق آکر کام میں خلل پڑے گا۔ غرض اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پاوے۔ (صفحہ ۲۳۲)

۴۱۔ ایک صاحب نے عرصہ سے خط نہ لکھنے کی وجہ سے شرمندگی ظاہر کی تھی۔ فرمایا کہ شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کر دیں۔ (صفحہ ۲۵۳)

۴۲۔ فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے، اس میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان اپنے کمالات سب کو فنا کر دے اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کے لیے اپنے کو آمادہ کر لے۔ اس راہ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جاوے۔ فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

حتی کہ جوتیاں کھانے تک کو تیار ہو جائے اور جو جوتیاں کھانے کو تیار ہو گیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اس کی اصلاح ہو ہی گئی، آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے، اس لیے کہ آمادگی وہی معتبر ہے جو خلوصِ دل سے ہو اور خلوصِ دل سے وہی آمادہ ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہ ہی اصل چیز ہے کام کی کہ اپنے کو مٹادے، فنا کر دے، ورنہ محض جوتیاں کھانے سے بھی کیا ہوتا ہے۔ (صفحہ ۲۵۸)

۴۳۔ فرمایا کہ میں اہل طریق کے لیے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے، حتی کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر۔ مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدتِ خاص تک رہنا ضروری ہے، اس مقصود

میں خاص خاص سہولت ہو جاتی ہے۔ رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہو جاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے، یہ مناسبت پر موقوف ہے۔ اگر اہل استعداد ہوتا ہے تو بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کل پینتالیس روز رہے۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا، مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا، پھر اس پر مولانا گنگوہی نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے!

اس پر حضرت مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔ (صفحہ ۲۵۹)

۴۴۔ فرمایا کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے، بدون مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بناء پر طالب کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھ سے تم کو نفع نہ پہنچے گا، اگر تم چاہو تو کسی دوسرے مصلح کا نام بتلا دوں۔ (صفحہ ۲۵۹)

۴۵۔ فرمایا کہ ایک رسالہ میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا دیکھا کہ اگر وہ ذہن میں آجائے تو پھر سارے رسالے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ میں دین ہونا چاہیے انبیاء کا سا اور سیاست یعنی دار و گیر، محاسبہ، معاقبہ سلاطین کا سا اور تجویز اطباء کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج تجویز کرتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت انبیاء کا سا دین کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا یہ مراد نہیں کہ ان کے برابر ہو، مطلب اخلاص میں تشبیہ ہے یعنی اعمال میں غوائل دنیا کی اور خواہشاتِ نفس کی آمیزش نہ ہو، جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہو سکتا ہے۔ (صفحہ ۲۶۰)

۴۶۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ فرمایا کہ اس کی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نسبت القا فرما دیتے ہیں، جیسے استاد اگر توجہ اور شفقت کے ساتھ پڑھاوے تو شاگرد کے قلب میں اللہ تعالیٰ مضامین القاء فرما دیتے ہیں، پس القاء استاد یا شیخ کا فعل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارہ کو فقہاء

نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کر دو۔ ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلادو، ماہر کر دینا کسی کے اختیار میں نہیں اور بتلا دینا اختیار میں ہے۔ پھر ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کرتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے۔ فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہو جاتا ہے یعنی مناسبت من جملہ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے، اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا، بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہو گئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ (صفحہ ۲۴۵)

۴۷۔ فرمایا کہ زیادہ مقرّب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہونے لگتا ہے، میرے یہاں کوئی مقرب نہیں۔ یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں، جس سے ہے، ہے، لیکن دل میں ہے، معاملات میں سب کے ساتھ میں یکساں ہوں، کوئی ناز نہ کرے کسی بات کا، کوئی مقرب نہ بنے، ہر شخص کو براہِ راست معاملہ رکھنا چاہیے مجھ سے، میرے یہاں سفیروں کے واسطے کا قصہ نہیں، اس میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (صفحہ ۲۴۶)

۴۸۔ فرمایا کہ صاحبو! اہل اللہ کی مجالست میں نیت یہ ہونا چاہیے کہ وہاں دین کی باتیں سنیں گے۔ وعظ و نصیحت کی باتیں کان میں پڑیں گی اور بزرگوں کی نیت بھی دین کی باتیں سنانے کی ہونا چاہیے۔ ہاں مباح باتوں کی بھی اجازت ہے، اس کا مزاج پوچھ لیا، گھر کی حالت پوچھ لی یا اس کی طبیعت کے موافق کوئی اور بات کرلی۔ خواہ ظاہر میں فضول ہی ہو، مگر اس خیال سے کہ اس کا دل کھلے گا، انس ہو گا، وحشت دور ہو گی۔ تو اس غرض کے بعد وہ فضول نہ رہے گی اور یہ باتیں اس طرح کرے کہ وہ یہ سمجھ جاوے کہ شیخ کو ایسی باتوں سے ہماری رعایت مقصود ہے۔ ان باتوں کے بعد پھر کام کی باتیں شروع کر دے، دین کی باتیں سنادے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس نے اپنا فرض منصبی پورا نہ کیا۔ (صفحہ ۲۶۲)

۴۹۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ میں جو لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کچھ روز یہاں آکر قیام کرو اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ ہو، اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جاوے۔ لوگ اس کو بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں، حالاں کہ اس کی سخت ضرورت

ہے۔ جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات، مکاشفات سب بے کار ہیں، کوئی نفع نہ ہو گا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا اگر طبعی مناسبت نہ ہو اور عقلی پیدا کرلی جاوے؟ فرمایا کہ کوئی بھی ہو، ہونا چاہیے، نفع اسی پر موقوف ہے۔ (صفحہ ۲۸۳)

۵۰۔ فرمایا کہ طریق مشورہ لینے کا یہ ہے کہ کئی شقوق لکھیں اور ہر شق کے مفاسد اور مصالح لکھیں اور پھر ترجیح کی درخواست کریں۔ (صفحہ ۲۸۳)

۵۱۔ فرمایا کہ اصلی چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے، علم چاہے ہو یا نہ ہو، بلکہ علم بھی بلا صحبت کے بے کار ہے "صاحب صحبت بلا علم" کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے صاحب علم بلا صحبت سے، اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحاء و علماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پائنچوں پر اعتراض کریں گے، نہ ان کی داڑھی سے ہمیں بحث ہو گی نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھاویں گے، وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے انس ہو گا اور دین سے مناسبت پیدا ہو گی، یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی فرع۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عالم نہ تھے، صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا، اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف کی۔ (صفحہ ۱۷۲)

۵۲۔ فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرما دیتے ہیں۔

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگانِ کاملین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے، مگر ان کو اس میں اختیار کیا ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں، ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے، تجربہ یہی ہے۔

چناں چہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقبول بندے ہیں، میرا مستعمل پانی

ان کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے، اس لیے وہ اٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا، بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ مغفرت ہوگئی یا نہیں؟ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا، اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کیا تھا، ہمیں یہ پسند آیا، اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا، ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے۔ اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو۔ (صفحہ ۲۴۲)

۵۳۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ بعض لوگ مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ بانوں کی دوکان کر لو، کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دوکان کر لو، تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ میں نے لکھ دیا کہ میرا باپ نہ کھٹ بُنا تھا نہ پنساری، مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں، کسی تجربہ کار سے معلوم کرکے عمل کرو۔ میرے دو کام ہیں: ایک دعا کرا لو، چاہے وہ دنیا ہی کے لیے سہی، وہ بھی عبادت ہے۔ دوسرے اللہ کا نام پوچھ لو۔

پھر فرمایا کہ اتنا تو یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کو تجربہ نہیں، مگر پھر بھی ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ؟ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے پوچھ کر اس لیے کرنا چاہیے کہ ان کے دل میں وہی آوے گی جو ہونے والی ہے، حالاں کہ یہ غلو ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشاء عقائد کی خرابی ہے۔ میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں کہ دھوکہ میں نہ رہیں اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے، ان سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور بنا جدا جدا ہیں، عوام کے اعتقاد کی تو نوعیت بہت ہی خراب ہے، وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خلاف ہو ہی نہیں سکتا، بخلاف اہل علم کے کہ ان کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۲۶۱)

۵۴۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا، مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا، یہ محض حضرت کی برکت تھی۔ (صفحہ ۲۶۱)

۵۵۔ فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس لیے رہبر کامل کی ضرورت ہے، بعض اوقات ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہوجاتا ہے کہ اس تاسّف میں غلو کے ساتھ مشغول ہوکر آیندہ کے لیے معطّل ہوجاتا ہے۔ (صفحہ ۲۷۸)

۵۶۔ ایک صاحب دہلی کے آئے، وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے، رات دن خدمت کرنے کے خوگر تھے، بعد کو ان کامیلان بدعت کی طرف دیکھ کر یہاں آئے، ان کی عادت تواسی کی پڑی ہوئی تھی، مجھ سے بھی بھوت کی طرح لپٹنا چاہا۔ میں نے انہیں نرمی سے سمجھایا انہوں نے ایک پرچہ لکھ کر دیا کہ مجھے رنج ہوا، آپ نے مجھے محروم رکھا۔ میں نے بلا کر کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے اعتقاد نہیں، تو میری خدمت میں کوئی سعادت نہیں جس کی محرومی کا رنج کیا جاوے اور اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنے والا سمجھتے ہیں، جب آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں تو میں آپ کا دشمن دین ہوں، پھر یہاں آپ کا رہنا فضول ہے تشریف لے جائیے، تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ مجھ کو کہا جاوے گا وہی ٹھیک ہوگا۔ پھر فرمایا کہ حضرت میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو انہیں تکلیف ہو۔ (صفحہ ۲۲۴)

۵۷۔ فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ گربۂ زندہ بہ از شیر مردہ، یعنی زندہ شیخ سے جو فیوض وبرکات حاصل ہوسکتے ہیں وہ مردہ شیوخ سے نہیں ہوسکتے، موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادۃً مردوں سے تعلیم نہیں ہوسکتی، گو وہ برزخ میں احیاء سے بڑھ کر متصف بالحیوٰۃ ہوں، ہاں تقویت نسبت ہوسکتی ہے، لیکن نری تقویت نسبت سے کیا ہوتا ہے؟ کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو، لیکن داؤ نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں ایک بچہ اسے چت کردے گا، نری تقویت سے کیا ہوتا ہے، صنعت بھی تو چاہیے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث تھوڑا ہی ہے، مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے لیکن خاکی انڈے سے بچے نہیں نکلتے، اسی طرح گو وہ خود کچھ ہوجاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اوّل تو خود اسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے، کیوں کہ ایسے شخص کو جو مدعی ہے نسبت اویسیہ کا اگر کوئی عقبہ پیش آوے تو وہ کسی سے پوچھے گا نہیں، کیوں کہ لوگوں

کے نزدیک اس کی نسبت اویسیہ قطع ہو جاوے گی، اس کو سبکی ہونے کا خیال ہو گا۔ پھر فرمایا کہ نسبت اویسیہ ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک کافی نہیں، ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں، کیوں کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکے اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونے کا، محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہو جاتی ہے لیکن حقیقت طریق معلوم نہیں ہو سکتی۔ (صفحہ ۲۳۱)

۵۸۔ فرمایا کہ بیعت کے بعد جو نفع ہوتا ہے وہی بلا بیعت کے بھی حاصل ہو سکتا ہے، نفع کا دارومدار بیعت پر نہیں۔ عرض کیا گیا کہ پھر بیعت بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں، بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، بلکہ بیعت ایک سنت مستحبہ غیر ضروریہ ہے۔ (صفحہ ۲۳۸)

۵۹۔ فرمایا کہ اہلِ فن کے نزدیک وصولِ نفع کے لیے جو یہ شرط ہے کہ شیخ سے سارے تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اس کو ظناً انفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتدبہ زمانہ تک نفع نہ ہو، اوّل اسی شیخ سے اس کی وجہ تحقیق کرلے۔ اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے اسی ظن مذکور کے ساتھ، باقی مغلوب المحبت ہونا ضروری نہیں۔ (صفحہ ۲۵۲)

۶۰۔ ایک مرید نے لکھا کہ بعض وقت یہ خیال آکر کہ لوگ ریاکار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہو گا، نفل وغیرہ پڑھنے سے باز رہتا ہوں، کیا یہ ناکارہ ہر طرح سے محروم ہی رہے گا؟ تحریر فرمایا کہ ریا کا خیال تو شیطانی خیال ہے، باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہیے اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے یا کیا؟ مجھ کو تو اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا علاج کیا کرے۔ معلّم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دے کر جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھے، بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹا دی جاوے گی۔ (صفحہ ۲۵۲)

۶۱۔ فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں، ضروری چیز تعلیم ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد، کیوں کہ اگر اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہ ہو لیکن اس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بن جاتا ہے بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو۔ اگر صحیح سلسلہ نہ ہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا۔

صحیح سلسلہ ہونے کی صورت میں چوں کہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے، اس کے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونے کا۔ (صفحہ ۲۲۷)

۶۲۔ فرمایا کہ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت ہی خفا ہوئے اور جرمانہ کیا (یعنی اس کو خلاف تعظیم و توقیر سمجھا) بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری ہیں ان کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہیے، باقی تعظیم و تکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بے کار، چناں چہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے، تکریم و تعظیم کا ان کو اہتمام نہ تھا۔ (صفحہ ۲۳۱)

۶۳۔ ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں؟ فرمایا کہ جب محبت ہو گی خود بخود آداب معلوم ہو جائیں گے، جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اس کو شہوت ہونے لگتی ہے، نابالغ بچے کو کس طرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح پر ہوتا ہے۔ محبت پیدا کرلے پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے آداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہوسکتی ہے اور تکلف کے ساتھ محبت بھی نہ کرے۔ اگر کھینچ تان کر اور آداب کی فہرست معلوم کر کے محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جتنی محبت ہو بس اتنا ہی ظاہر کرے، تکلّف اور تصنّع نہ کرے، یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکا دینا ہے۔ (صفحہ ۲۳۲)

۶۴۔ فرمایا کہ میں نے بزرگوں کے پاؤں کبھی نہیں دابے نہ کبھی اس کا جوش اٹھا، ایسی حالت میں اگر کبھی دابتا تو تصنع سے ہوتا ہے، جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کون بناوٹ کرے۔ بزرگوں سے بہت سے لوگ تو اس کو ذریعہ تقرّب سمجھتے ہیں، البتہ جب جوش ہو تو مضایقہ نہیں اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا؟ جوش چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جس کو شیخ بناتا ہے وہ بہر حال اس کو اپنے سے تو زیادہ ہی عقل مند اور صاحبِ بصیرت سمجھتا ہے پھر اس کے ساتھ تصنع کیوں کرے؟ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا، اپنے عیوب بھی ان سے کبھی نہیں چھپائے، صاف کہہ دیا کہ مجھ میں یہ عیوب ہیں اور یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض تو گئے نہیں لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا، ورنہ لوگ بلّی کے گو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں۔ گو معصیت کا اظہار نہیں چاہیے، لیکن جب

اس کی اصلاح اپنے اختیار سے باہر ہو جائے تب اظہار بھی ضروری ہے گو تفصیل کی ضرورت نہیں کیوں کہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے، اس کو سن کر افسوس ہوتا ہے، ہاں جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے، جیسے کسی کو سوزاک ہو جائے تو اگر معمولی تدابیر سے اچھا نہ ہو تو ضروری ہے کہ اپنے باپ سے ظاہر کر دے۔ (صفحہ ۲۳۲)

۶۵۔ ایک صاحب جو سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے سفر کرنا چاہتے تھے اور رشوت میں بھی مبتلا تھے، انہوں نے ذکر و شغل کا شوق ظاہر کیا تھا، اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھے۔ (صفحہ ۲۴۹)

۶۶۔ فرمایا کہ جس طرح جو صحبت بدوں زوجین کی شہوت کے ہو اس سے نسل نہیں چلتی، عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہیے، چناں چہ توافق انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کے لیے۔ اسی طرح بے دلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔ (صفحہ ۲۲۲)

۶۷۔ فرمایا کہ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے، اصل میں مبداء فیّاض ہی سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں، شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے، لیکن طالب کو چاہیے کہ واسطہ کی قدر کرے، کیوں کہ خدا کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے۔ (صفحہ ۲۲۳)

۶۸۔ فرمایا کہ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے، اصل چیز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ، یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں۔ (صفحہ ۲۲۳)

۶۹۔ فرمایا کہ آج کل ایک مرض یہ بھی ہے کہ مرید ہونے کے لیے لوگوں کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں۔ اس سے تو مجھے ایسی چڑ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہو جاوے کہ کسی کا لایا ہوا ہے تو اسے مرید کرتا ہے نہیں تاکہ وہ ان ترغیب دینے والوں کو گالیاں دے اور پھر انہیں سفارش کرنے کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو سفارش کے ذریعہ سے بیعت ہونا چاہتا ہے تو اس کا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو، لیکن اس کی صورت اس کی ہوتی ہے کہ اس کو نیاز مندی سے عار ہے۔ (صفحہ ۲۲۴)

۷۰۔ فرمایا کہ جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبتِ شیخ ضروری ہے۔ جب اس کی حقیقت معلوم ہوگئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہوگئی پھر صحبت ضروری نہیں۔(صفحہ ۲۲۷)

۷۱۔ فرمایا کہ کام میں لگنا چاہیے، یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں، حظوظ ولذائذ بھی ہیں یا نہیں اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں؟ اس کو ایک مثال سے سمجھیے کہ جیسے رات کو پسنہاری آٹا پیستی ہے، مگر اس پیسنے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ یہ خبر ہوتی ہے کہ کس قدر جمع ہوگیا۔ پیسنے ہی کی دھن لگی رہتی ہے، صبح کو جب دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے۔ اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک چکر چکی کا گھما کر آٹے کو ٹٹولا کرتی تو پاؤ بھر بھی آٹا نہ پیس سکتی۔

علاوہ اس کے اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے اس پر بغیر اعتماد اور انقیاد واعتقاد کے کام نہیں چل سکتا، جب جاننے والا یہ کہہ رہا ہو کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہیے۔(صفحہ ۹۱)

۷۲۔ فرمایا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں۔ آپ کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا کون سا مقام ہے؟ کیا آپ غوث ہیں؟ آپ نے فرمایا: نَزِّهْ شَيْخَكَ عَنِ الْغَوْثِيَّةِ یعنی اپنے شیخ کو مرتبہ غوثیہ سے برتر سمجھو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ پھر آپ قطب ہیں؟ فرمایا: نَزِّهْ شَيْخَكَ عَنِ الْقُطْبِيَّةِ یعنی اپنے شیخ کو مرتبہ قطبیت سے برتر سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام ارواح اولیاء کو جمع فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جو جس کا جی چاہے مانگے۔ ہر ایک نے جو اس کے دل میں تھا عرض کیا۔ کسی نے مرتبہ غوثیہ طلب کیا، کسی نے مرتبہ قطبیت یہاں تک کہ نوبت مجھ تک پہنچی تو، میں نے عرض کیا کہ رَبِّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدَ وَأَخْتَارُ أَنْ لَّا أَخْتَارَ یعنی الٰہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ کچھ نہ تجویز کروں۔ فَأَعْطَانِیْ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ مِنْ أَهْلِ هٰذَا الْعَصْرِ پس مجھے وہ چیز عنایت ہوئی جو اس زمانہ والوں میں سے نہ کسی کی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کے کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر گزری۔

(اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کی تسلی کے لیے اپنے مقام کی اطلاع دے سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تفویض نہایت اعلیٰ مقام ہے)۔(صفحہ ۱۱۲)

۷۳۔ فرمایا کہ قطب الارشاد نائب رسول ہوتے ہیں، لوگوں کے قلوب میں انوار وبرکات ان کی وجہ سے آتے ہیں، برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔ (صفحہ ۱۳۰)

۷۴۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان جو شرائط طے ہوئے تھے، وہ مناسبت وعدم مناسبت کے امتحان ہی کے لیے تو طے ہوئے تھے، چناں چہ جب عدم مناسبت ثابت ہوگئی تو جدائی ہوگئی۔ اسی طرح شیخ اگر کسی مرید کو گو وہ معصیت کا مرتکب نہ ہو بوجہ عدم مناسبت علیحدہ کردے تو جائز ہے۔ (صفحہ ۲۱۸)

۷۵۔ فرمایا کہ اس طریق کی مناسبت تو شیخ کے پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہوتی ہے، خصوص کا کام کرتے رہنے سے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ (صفحہ ۲۵۰)

۷۶۔ فرمایا کہ بزرگوں کے سامنے سے جو کھانا اٹھا کر ان ہی کے سامنے کھاتے ہیں میں تو اس طریق متعارف کے خلاف ہوں، کیوں کہ جس کے سامنے سے تبرک سمجھ کر کھانا کھالیا ہے اگر وہ متکبر ہے تو اس کا تکبر بڑھتا ہے اور اگر متواضع ہو تو اس کو اذیت ہوتی ہے، بلکہ یوں کیا جائے کہ جب کھانا اٹھ جائے تو مالک سے مانگ لے، سامنے سے لے کر کھانا چاٹنا ٹھیک نہیں۔ (صفحہ ۲۹۳)

۷۷۔ اپنے ایک عزیز کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو جوابات تم نے لکھے ہیں، اگر وہ تمہارے نزدیک شرح صدر کے ساتھ تمہارے اس معاملہ کی صفائی کے لیے کافی ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے تو کسی کی خوشی ناخوشی کی پروانہ کرو، کیوں کہ اصل دیانت ہے اور ہر معاملہ کی انتہا حق تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ جب حق تعالیٰ سے صفائی ہے تو اور کسی کی پروا نہیں۔ میں تو کیا چیز ہوں؟ میری خوشی ناخوشی کا تم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کسی کا معاملہ فِيمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ صاف ہو اور اس کا شیخ جس سے وہ بیعت ہے وہ بھی ناراض ہو تو بھی پروا نہ کرنا چاہیے اور اس کو کچھ نہیں پہنچ سکتا، کیوں کہ شیخ معبود نہیں ہے، بلکہ واسطہ الی المعبود ہے اور معاملہ عبد کا معبود کے ساتھ ہے۔ (صفحہ ۳۴۹)

۷۸۔ فرمایا کہ کام میں لگا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے، ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔ اس راہ میں حرمان ہر گز ہر گز نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۲۳۰)

۷۹۔ فرمایا کہ طالب کی نیت تو رہبر بننے کی بھی نہیں ہونی چاہیے، بلکہ یہ نیت ہو کہ ہمیں راستہ نظر آجاوے اور رہبر بننے کی نیت شرک فی الطریقۃ ہے، بلکہ بزرگ بننے کی نیت بھی نہ ہونی چاہیے، اگر یہ نیت ہے تو وہ شخص غیر حق کا طالب ہے خود کچھ تجویز نہ کرے۔(صفحہ ۱۲۷)

۸۰۔ فرمایا کہ کتابوں سے بھی ثابت ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جب تک ذلت نہ دی جائے یہ سیدھا نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذلت نہیں ہوتی۔ بازار میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی مار لیں تب بھی ذلت نہ ہوئی، ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ (صفحہ ۲۴۳)

۸۱۔ فرمایا کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کتّا سامنے سے گزرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی، ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ ہنس کر فرمایا کہ وہ گویا کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔

پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر ہوں ان سے انسان کیسے محروم ہو سکتا ہے؟ ہر گز مایوس نہ ہونا چاہیے، ہاں دُھن ہونی چاہیے، چاہے تھوڑی ہی ہو۔ (صفحہ ۲۰۴)

۸۲۔ فرمایا کہ نفع میں بیعت کو ذرا دخل نہیں، باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ طبیب صرف نسخہ تجویز کر سکتا ہے، اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، طبیب صحت کی میعاد معیّن نہیں کر سکتا۔ البتہ اس طریق باطن میں اتنی امید ضرور دلائی جا سکتی ہے کہ مرضِ ظاہری میں تو کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن یہاں مایوسی ہر گز نہیں صحت یقینی ہے، خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو جاوے، ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے جلدی ہو جاوے۔ باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی ہیں۔ (صفحہ ۲۰۴)

۸۳۔ فرمایا کہ طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے، ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص سودا خریدنے جاوے اور ہر دوکاندار کہہ دے کہ میرے یہاں نہیں ہے، تو وہ بے چارہ یوں ہی رہا۔ ہاں غیر طالب سے قسم کھاکر بھی کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (صفحہ ۲۰۵)

۸۴۔ فرمایا کہ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا، اصل نفع حق بات کا کانوں میں پہنچا دینا ہے۔ مرید کرنا اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا، ہاں تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات، لیکن تحدثاً بالنعمۃ کہتا ہوں کہ الحمد للہ میں ایک ہی جلسہ میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستہ مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔ (صفحہ ۲۰۵)

۸۵۔ فرمایا کہ جب تک پوری مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیے، جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے تب چاہیے۔ مرید ہونے کے بعد پھر بے فکر ہو جاتے ہیں اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں، تاکہ جلدی مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کر سکتا ہے۔ (صفحہ ۲۰۵)

۸۶۔ فرمایا کہ الحمد للہ میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا، حالاں کہ مجھ کو سینکڑوں احتمالات سوجھتے تھے، لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے، سو واقعی طالبِ تحقیق کو پیشتر تقلید ضروری ہے، بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، ترتیب یہی ہے۔ دیکھیے! اگر کوئی بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت یہ کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں؟ تو بس پڑھ چکا۔ (صفحہ ۱۹۲)

۸۷۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا، تو فرماتے کہ بھائی! استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہو گئی ہے، لیکن تم ایسا مت سمجھنا، تم یہی سمجھنا کہ مجھ سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے ورنہ تمہارے لیے مضر ہو گا۔

یہ شان اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے، ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، دوسرے پہلو پر ان کی نظر نہیں جاتی۔ (صفحہ ۱۹۳)

۸۸۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مرشد کو برا بھلا کہے تو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ اس کو روک دے کہ میرے سامنے ایسا تذکرہ مت کرو مجھ کو صدمہ ہوتا ہے پھر اس کی ہمت ان شاء اللہ نہ ہوگی اور اگر صبر نہ ہوسکے اور پوری قدرت ہو اور کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس وقت بحفظِ حدِ شرعی جوتے سے ٹھیک کردے۔ اگر قدرت نہ ہو اور وہ روکے سے نہ رکے، تو وہاں سے چلا جاوے اور اس آیت سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ-الخ[1]

اور اس آیت کا حکم عدمِ قدرت کے زمانہ میں تھا، پھر زمانۂ قدرت میں دوسرا قانون ہوگیا، یعنی ضَرَبَ يَضْرِبُ مگر اس وقت کے حالات کے مناسب یہی ہے کہ اس کو یہ اطلاع کرکے چلا جاوے کہ میں اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں بیٹھتا کہ تم میرے پیر کو برا کہتے ہو، لڑے بھڑے نہیں۔ اس برتاؤ سے پیر کی بھی قدر ہوگی کہ پیر کی کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ بس وہاں ہی چلو جہاں انہوں نے تعلیم پائی ہے کہ کیسا صبر و تحمل ان میں آگیا ہے۔ اس کو کرکے دیکھیے کہ کیا اثر ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۴)

۸۹۔ فرمایا بیعت میں جلدی اچھی نہیں، جب خوب محبت ہوجاوے پیر سے اس وقت بیعت زیادہ نافع ہے۔ اس کی ایک مثال ہے، اور ہے تو فحش، مگر بیان کیے دیتا ہوں۔ ایک تو ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی پر عاشق ہونا کہ ماں باپ نے نکاح کردیا اس کے بعد محبت ہوجاتی ہے اور ایک ہے عاشق ہوکر نکاح کرنا۔ دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسی قدر دوسری صورت میں ہوتی ہے پہلی صورت میں عشر عشیر بھی نہیں، کیوں کہ دوسری صورت میں مدتوں پیچھے پھر کر تکالیف اٹھا کر نکاح ہوگا، تو وہ شخص جیسی بیوی کی قدر کرے گا پہلی صورت والا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح بیعت بھی ہے، ایک تو وہ شخص ہو کہ آتے ہی بیعت ہوجائے اور ایک وہ کہ عاشق ہوکر بیعت ہو پوری قدر اس کو ہوگی بیعت کی۔ (صفحہ ۱۵۴)

۹۰۔ فرمایا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں۔ اسلم طریق یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونا چاہے ایک تو کچھ مدت تک اس کو جانچے، جس کے دو طریق ہیں، ایک مصاحبتِ طویلہ یعنی مدتِ کافیہ

[1] النسآء:۱۴۰

تک اس کے پاس رہے اور یہ احوط ہے۔ دوسرا طریق مکاتبت طویلہ یعنی اس سے کچھ طریق پوچھ کر اس پر عمل کرے، پھر اپنے احوال سے اس کو اطلاع دے، پھر جو وہ تجویز کرے اس کا اتباع کرے، اسی طرح مدتِ دراز تک کرتا رہے، بعد اس کے اگر دل چاہے بیعت کی درخواست کرے، پھر دوسرا جو کچھ جواب دے اس پر راضی رہے۔(صفحہ ۱۵۵)

۹۱۔ فرمایا کہ جس سے عقیدت ہو اس سے سوال وجواب کی نوبت نہ آنے دینا چاہیے، بلکہ اس کی رائے اور مشورہ کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہیے، بزرگوں کے سامنے ردوکد کرنا بالکل خلافِ ادب ہے۔(صفحہ ۲۱۳)

۹۲۔ فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے، چاہتے ہیں کہ سہولت پہلے ہو اس کے بعد کام شروع کریں۔ شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں اس کے بعد سہولت ہو گی، لوگوں نے اس کا عکس کر رکھا ہے۔ بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتقاد ہے، بدون اس کے کام نہیں چل سکتا پھر سہولت کا انتظار کیسا؟(صفحہ ۲۵۸)

۹۳۔ فرمایا کہ اگر پیر کا پیر بھی ہو اور اس کی طرف میلان نہ ہو تو اس سے نفع نہ ہو گا۔ (صفحہ ۲۵۹)

۹۴۔ فرمایا کہ کسی کے پاس نرے رہنے سے کیا ہوتا ہے، جب تک اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو۔(صفحہ ۲۶۱)

۹۵۔ فرمایا کہ بزرگوں کو جو خطوط لکھے جاویں ان میں اشعار کا لکھنا میں خلافِ ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں بطور جوش نکل جائے تو دوسری بات ہے۔ قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اشعار سے متاثر کر کے کام نکالنا چاہے، نیز اپنی لیاقت کا اظہار بھی ہے۔ طالب کا کوئی فعل معلّم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ (صفحہ ۲۷۷)

❖❖❖❖

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے
دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سننِ عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرعید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَةِ وَھِیَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَةِ کَمَا یَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بدنظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الۡعَیۡنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالۡمَنۡظُوۡرَ اِلَیۡہِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لٰہذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ ورسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللہ اَللہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

جس طرح نماز روزہ فرض ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ یہ دوستی ملتی ہے تقویٰ سے اور تقویٰ کا حصول متقین کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ متقی کون لوگ ہیں؟ ان کی پہچان کیا ہے؟ اور ان سے فیض حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے، اس علاج سے دم بدم نفع ہوتا جائے اور روز بروز روحانی حالت درست ہوتی جائے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے ''حقوقِ شیخ اور آداب'' میں اللہ والے شیخ کی پہچان اور اس کے حقوق سے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کر کے سالکینِ طریقت کے لیے سلوک طے کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا نہایت سہل کر دیا ہے۔

www.khanqah.org

AT012